

تبدلیج دریافت ہونے والی چیز تھوڑی ہے کہ تجربات و مشاہدات کی ترقی کے ساتھ ساتھ علم میں اضافہ ہو۔ وہ تو امر واقعی کا کشفی علم ہے جسکی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسے آنکھوں سے ہم کسی چیز کو دیکھ لیں۔ اس قسم کا علم جس زمانہ میں جسکو حاصل ہو وہ بعینہ وہیسا ہی ہوتا ہے جیسا کسی بعد کے زمانہ میں کسی دوسرے کو حاصل ہو۔ اسی لیے نسخ تشریح کی بھی وہ توجیہ صحیح نہیں ہے جو مصنف نے کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علوم اور انکی معلومات میں کوئی تفاوت قرآن سے معلوم نہیں ہوتا۔ تمام انبیاء پر ایک ہی علم حق کا فیضان ہوا تھا اور امر حق کے علم میں ان کے درمیان اس حیثیت سے کوئی فرق نہ تھا کہ کسی کا علم کسی کے مقابلہ میں ناقص ہو۔ فرق اگر رہا ہے تو وہ احکام میں تھا جو مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے حالات اور انکی مخصوص ضروریات کے لحاظ سے دیے گئے تھے۔ اور ان کے بھی اصول میں فرق نہ تھا بلکہ صرف تفصیلی اشکال میں تھا۔

شیطان اور جن کی حقیقت کے متعلق بھی فاضل موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ نظر ثانی کا محتاج ہے۔ ان کے بیان سے ایسا متبادر ہوتا ہے کہ شیاطین اور ملائکہ میں محض نوع کا فرق ہے، جنس ایک ہے، حالانکہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بالکل مختلف جنس کی ہستیاں ہیں۔ ملائکہ قطعاً غیر مختار ہیں۔ بخلاف اسکے جن تقریباً انسان کی طرح ذی اختیار ہیں، ان میں سے جو اللہ کی تافرمانی اختیار کریں ان کا نام شیاطین ہے، اور جو فرمانبرداری اختیار کریں وہ مومن جن ہیں۔

اس قسم کی چند مغزششوں کے باوجود کتاب فی الجہد بہت مفید ہے اور جو لوگ اسلام کے عقائد کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دین و آئین | تالیف مولانا سید محمود علی صاحب۔ ضخامت ۳۵۲ صفحات۔ قیمت مجلد چھپے۔ غیر مجلد تین روپے۔ کتب خانہ انصاریہ، جالندھر۔

اس کتاب میں فاضل مصنف اسلام ان قوانین کی تشریح کی ہے جن پر آج کل عموماً غیر مسلموں کی طرف سے اعتراضات کیے جاتے ہیں، اور جن میں ترمیم و تغیر کرنے کے لیے دین سے ناواقف اور دنیا پرست

فریفتہ مسلمان بچپن نظر آتے ہیں۔ ابتدا میں انہوں نے نہایت لطیف پیرایہ میں ان لوگوں کے خیال کی تردید کی ہے جو چاہتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں دنیا جن جن راہوں پر چل رہی ہے اسلام بھی اسکے پیچھے پیچھے اپنی راہوں پر چلتا رہے اور تمام ان غلط کاریوں کے لیے جواز کا فتویٰ دیتا چلا جائے جو نفس کے بندے اور خواہشات کے غلام اختیار کرتے جائیں۔ اسکے بعد انہوں نے نماز، روزہ اور مناسک حج کے متعلق حنیفین کے اعتراضات اور مذہب میں کچھ باتوں کا جواب دیتے ہوئے ان عبادات کی روح اور ان کے مصلح و فوائد بیان کیے ہیں۔ پھر سود، تعدد ازواج، طلاق و خلع، پردہ، قانون دیوانی، قانون وراثت، قانون خودداری اور قتل مرتد وغیرہ مسائل پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اسلامی احکام کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔

کتاب میں بعض مقامات ایسے نظر آئے جہاں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ فاضل مصنف ان پر نظر ثانی فرمائیں۔ مثلاً اختلاف مراتب نبوت کے بیان میں ان کا یہ فرمانا کہ وحی ذریعہ سے جو علوم انبیاء علیہم السلام پر اتقا ہوئے ان میں انبیاء کی ذاتی استعدادوں کے لحاظ سے تفاوت تھا، اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر الفاظ کے بغیر صرف خیال نازل ہوا، اور الفاظ انہوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق خود وضع کیے، اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر الفاظ بھی اتقا ہو گئے مگر انکی استعداد ایسی قوی نہ تھی کہ صاف اور صریح کو اخذ کر سکتے ہا، اور یہ کہ خالق کے لیے باپ کا استعارہ اور رسولوں کے لیے اوتار کا لفظ اسی کی استعداد کے سبب بعض انبیاء نے استعمال کیا، یہ سب باتیں نہایت مخدوش ہیں۔ نہ ان کے قرآن میں کوئی بنیاد ملتی ہے اور نہ قیاس عقلی بھی لحاظ سے انکو درست کہا جاسکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ کَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی کی گئی وہ اس وحی سے مختلف نہ تھی جو نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں پر کی گئی تھی۔ رہا قیاس عقلی تو اسکی رو سے ہمارے یہ دو باتوں میں کسی ایک کو ماننے بغیر چارہ نہیں، یا تو ہم انسان کو خود اپنی ہدایت کا ذمہ دار سمجھیں اور اس صورت میں نبوت بالکل غیر ضروری ہے، یا ہم اس بات کے قائل ہوں کہ براہ راست بتانا اللہ کا کام ہے اور اس صورت میں یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے راہ راست بتانے

کا جو کام اپنے ذمہ لیا ہے اسکو انجام دینے میں اسکی طرف سے کوئی کوتاہی ہو۔ ناقص استعدادوں کے انٹرنیٹ کو پیغام رسانی کے لیے منتخب کرنا، یا پیغام کی تعبیر کو پیغام رسائوں کے اوپر چھوڑ دینا کہ اپنے ذہن سے جس طرح چاہیں مختلف طور پر اسکو تعبیر کریں، یا کسی کے پاس اپنا پیغام غیر وضع صورت میں اور کسی کے پاس واضح صورت میں بھیجنا، ان میں سے جس بات کے بھی آپ قائل ہوں، اسے اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت و ہدایت پر حرف آتا ہے، اور ان تمام گمراہیوں کی ذمہ داری اللہ کی طرف عائد ہوتی ہے (معاذ اللہ) جو ناقص ہدایت پانے کی وجہ سے انسانوں میں پیدا ہوں قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے پیغمبر بھیجے ہی اس لیے ہیں کہ قیامت میں باز پرس کے موقع پر کوئی یہ محبت پیش نہ کرے کہ آپ نے خود بھی ہم کو راستہ نہ بتایا پھر غلط روی کی ذمہ دار ہم کیسے ہو سکتے ہیں (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ)۔ لیکن امر واقعہ وہی ہو جو فاضل مصنف نے تجویز کیا ہے تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اللہ نے لوگوں کے لیے محبت پیش کرنے کی اچھی خامی گنجائش چھوڑ دی ہے۔

سود مسد میں فاضل موصوف نے مسلمانوں کی موجودہ مجبوریوں کو پیش نظر رکھ کر انتہائی متقیانہ احتیاط کے ساتھ ایسے قومی بینک کھولنے کے جو ان کی صورت نکالی ہے جن میں محض تاجرانہ اغراض کے لیے سودی لین دین کیا جائے۔ اس تمام بحث کو ہم نے پورے غور کے ساتھ پڑھا۔ کوئی شک نہیں کہ آج کل جو لوگ نہایت بے باکی ساتھ سود کی تحلیل کے لیے احکام شرعیہ میں قطع و برید کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں مولانا محمود علی صاحب کی روش ایک خدا ترس اور ذمہ دار آدمی کی سی روش ہے، اور اس سے بھی انکار نہیں کہ مجبوری و اضطرار کی حالت میں احکام شرعیہ کے اندر وہ تخفیف ہو سکتی ہے جو مولانا نے تجویز فرمائی ہے، مگر بہتر یہ ہوتا کہ اس تجویز کو پیش کرنے کے ساتھ مولانا یہ بھی فرما دیتے کہ مسلمانوں کا کام یہ نہیں ہے کہ اضطرار کی حالت کو برقرار رکھ کر حرام کھاتے اور کھلاتے رہیں بلکہ ان کا کام یہ ہے کہ دنیا کے اس گمراہ ہوئے نظام کو بدلنے کے لیے جان توڑ جدوجہد کریں جسکی بدولت حرام و حلال کی تمیز مٹ گئی ہے اور جس کے تسلط نے اتنی گنجائش نہیں چھوڑی ہے کہ خدا پرست لوگ خدا کی قائم کردہ حدود کی پابندی کر سکیں۔